اسلام کی حقانیت

مولانا رفیق سلفی
خطیب مرکزی جامع مسجد اہلحدیث راہوالی
امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ

زیر نظر ایک مضمون بعنوان (اسلام کی حقانیت) جس میں مرزے قادیانی کی قبر والا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے میں کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہ واقعہ پیش آیا اور میرے والد صاحب مرحوم نے یہ واقعہ بیان کرنا شروع کیا تو ان پر کس طرح سے ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔

غالباً 1977ء کی بات ہے کہ والد محترم نے اپنے خطبہ جمعہ میں یہ واقعہ سنایا جس میں مرزائیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہ خطبہ جمعہ جامع مسجد اختر اہلحدیث نزد چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں تھا' قریب ہی تھانہ باغبانپورہ واقع ہے۔ اس دور میں تھانہ کا S.H.O قادیانی تھا۔ اس نے والد صاحب کی گفتگو سنی جو قادیانیوں کے خلاف تھی تو وہ تھانے کی چھت پر گیا اور پوری تقریر سننے کے ساتھ ساتھ نوٹ بھی کی اس کے فوراً بعد اس نے والد صاحب پر ایف' آئی' آر کاٹی۔ جس میں MPA 16 لگائی۔

اس وقت ابھی نئی نئی بھٹو کی حکومت ختم ہوئی تھی اور جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء لگا دیا تھا۔ چنانچہ اسی رات پولیس کی نفری ہمارے گھر پہنچ گئی اتفاق سے اس رات والد صاحب گھر میں نہیں تھے اس لئے والد صاحب گرفتار نہ ہو سکے پولیس والے بار بار چھاپے مارتے رہے لیکن ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ ادھر میں نے والد صاحب سے رابطہ کر کے کہہ دیا کہ آپ لاہور پھوپھو کے گھر چلے جائیں۔ کیونکہ یہ معاملہ بنا ہوا ہے۔ صبح میں تھانہ گیا اور S.H.O سے کہا کہ اگر حافظ صاحب کے خلاف کوئی ایف آئی آر ہے تو اس کی نقل مجھے دے دو کیونکہ آپ لوگ رات ہمارے گھر بار بار چھاپے مار رہے تھے۔ اس نے (FIR) دینے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی رشوت کا مطالبہ بھی کر دیا کہ اتنی رقم دے دو تو نقل مل جائے گی۔ جب کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ہم نے کسی کو رشوت وغیرہ نہیں دینی۔ چنانچہ میں تھانے سے باہر آ گیا۔ باہر مجھے ایک حوالدار طفیل نامی آدمی ملا جو کہ والد صاحب کا شاگرد تھا اس نے تھانے میں آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اس نے کہا کہ یہ S.H.O قادیانی ہے۔ اس نے FIR نہیں دینی۔ آپ دکان (سکول

بلڈ پو) پر چلے جائیں۔ میں تھوڑی دیر تک خود آپ کو لا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے مجھے نقل بھجوا دی۔ میں نے یہ سارا معاملہ اپنے ایک دوست سجاد کو بتایا۔ وہ مجھے اپنے خالو جو وکیل تھے ان کے پاس لے گیا اور سرکار کی طرف سے اسی کیس کی پیروی کرر ہے تھے۔

ان کو اس حقیقت کا پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ اس کی پیروی نہ کروں۔ ادھر پولیس والے گھر والوں کو مسلسل تنگ کر رہے تھے۔ میری والدہ محترمہ سے انہوں نے بدتمیزی بھی کی۔ میں نے والد صاحب کو اپنے عزیزوں کے پاس اسلام آباد بھیج دیا۔ تقریباً پندرہ دنوں کے بعد FIR کی نقل لے کر والد صاحب کے پاس اسلام آباد گیا اور کہا کہ اس کا کوئی حل کریں۔ وہ کہنے لگے میں نے اللہ سے رابطہ کیا ہوا ہے۔ وہ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ میں نے اس سلسلے میں ایک فوجی افسر عبدالوحید صاحب سے بات کرنے کی اجازت مانگی۔ لیکن انہوں نے اجازت نہ دی پھر میں نے اس وقت کے صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم سے ملنے کی اجازت مانگی وہ چونکہ ابو کے ہاتھ پر بیعت کر کے 1947ء کے جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ ابو نے ان سے ملنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ میں اور والد صاحب سردار عبدالقیوم کے پاس سیٹلائٹ ٹاؤن کا کاجی ہاؤس میں گئے۔ سردار صاحب والد صاحب کے آنے کا سن کر بہت خوش ہوئے اور جلدی سے اٹھ کر آ کر ملے۔ ہم سے معانقہ کیا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ میں نے سارا واقعہ سنایا اور وہ FIR پیش کی۔ انہوں نے ہمیں تسلی دی اور کہا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں آپ گھر جائیں میں کچھ کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ ابھی کچھ کریں۔ انہوں نے فوراً اندر سے فون منگوایا۔ اور اسی وقت جنرل ضیاء الحق سے بات کر کے اگلے دن صبح دس بجے ملاقات کا ٹائم لیا۔ چنانچہ ہم رات وہیں ٹھہرے اگلے دن سردار صاحب میرے والد کو ساتھ لے کر جنرل صاحب سے ملنے چلے گئے۔ جب یہ لوگ ضیاء الحق مرحوم کے دفتر پہنچے تو انہوں نے کرسی سے اٹھ کر ابو کو سلوٹ کیا اور معانقہ کیا اور سردار صاحب سے مخاطب ہوئے کہ یہ نیک لوگ کہاں چھپائے ہوئے ہیں۔ سردار صاحب فرمانے لگے کہ ایسے لوگوں کو آپ کے دور میں تنگ کیا جا رہا ہے۔ یہ گوجرانوالہ سے آئے ہیں۔ اور میرے بڑے بھائی ہیں اور پھر سارا واقعہ بیان کیا اور جنرل صاحب کو (fir) دکھائی جنرل صاحب نے اس پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ اور اسی وقت لاہور میں جنرل سوار خان سے رابطہ کر کے حکم دیا کہ گوجرانوالہ کے (S.S.P) کو فون کر کے اس

معاملے کو ختم کراؤ اور حافظ صاحب کو عزت کے ساتھ گھر چھوڑ کے آؤ اور اس (S.H.O) کو وہاں سے تبدیل کرو اس کے بعد ہم نے سکھ کا سانس لیا اور اس مصیبت سے سرخرو ہوئے یہ سارا واقعہ سردار عبدالقیوم صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں بھی بیان کیا۔ جو زندگی رسالہ میں چھپ چکا ہے۔

اس کے بعد 18 اپریل 1980ء کو والد محترم گھر میں سیڑھیوں سے گر کر زخمی ہو گئے اور ان کا بائیں ٹانگ فریکچر ہو گیا میں اس وقت دکان پر تھا اور میری والدہ نے وہاں پہنچ کر مجھے اس کی اطلاع کی۔ میں نے دکان بند کی اور گھر پہنچا۔ کیونکہ میں اکیلا والد صاحب کو اٹھا نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے قریب نور مسجد سے چار آدمی ساتھ لئے اور والد صاحب کو اٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔

میں نے مشہور حافظ آبادی ہڈی جوڑ والے کو بلایا اور ابو کا علاج شروع کر دیا لیکن طبیعت ٹھیک نہیں ہو رہی تھی لہٰذا میں لاہور میو ہسپتال میں لے گیا۔ وہاں 2 دن داخل رہنے کے بعد والد صاحب فرمانے لگے کہ مجھے یہاں سے لے چلو میں نے یہاں پر علاج نہیں کروانا۔ والد صاحب کے سخت آرڈر کی وجہ سے ہم ان کو گھر لے آئے اس سے اگلے دن کافی ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ انہیں راہوالی کینٹ CMH میں داخل کراؤ۔ چنانچہ ہم والد صاحب کو CMH لے آئے۔ وہاں پر موجود ڈاکٹر میجر سرجن تھا اور وہ قادیانی تھا اس نے سختی کے ساتھ بھی کہہ دیا کہ حافظ یوسف کو دیکھنے کی اجازت نہیں اور اس کے بعد اس نے ہمیں کہا کہ انہیں کراچی یا راولپنڈی CHM میں لے جاؤ ہم راولپنڈی لے آئے۔ وہاں لیفٹیننٹ جنرل آرتھوپیڈک سرجن تھا۔ ہم والد صاحب کو اس کے گھر میں چیک کروانے گئے اور فیس بھی ادا کی اس نے کہا کہ آپ انہیں ہسپتال لے جاؤ اور میں تین گھنٹے کے بعد شام پانچ بجے آ کر مزید دیکھوں گا ہم ان کو CMH لے آئے اور داخل کروا دیا اور ڈاکٹر صاحب کا انتظار کرنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب شام پانچ بجے کی بجائے اگلے دن صبح پانچ بجے آئے۔ اس نے کہا کہ قادیانی ہوں اور مجھے میرے مرکز قادیان نے ان کا علاج کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے پاس تین بریگیڈیئر بھی کھڑے تھے انہوں نے اس ڈاکٹر کو گریبان سے پکڑا اور زدوکوب بھی کیا۔ اس نے کہا کہ جو مرضی کر لو میں مجبور ہوں۔

کچھ دیر گزرنے کے بعد ہم نے دوبارہ ڈاکٹر سے درخواست کی کہ والد صاحب کو چیک کرو تو اس نے دیکھ کر کہا کہ ان کی زندگی کے صرف 4 گھنٹے باقی رہ گئے ہیں۔ آپ ان کو گھر

واپس لے جائیں۔ ہم والد صاحب کو گاڑی میں ڈال کر گھر واپس لے آئے۔ گھر پہنچتے ہی والد صاحب نے آنکھیں کھولیں اور مسکرا کر ہاتھ کھڑا کر کے کلمہ طیبہ بلند آواز میں پڑھا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گئے۔ (یہ 7 مئی 1980) کا دن تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں
بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

حافظ محمد یوسف گکھڑویؒ علمائے اہل حدیث میں ایک خاص مقام رکھتے تھے ان کا نام مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے بانیوں میں شامل ہے۔ ذاتی طور پر آپ نیک، متقی اور نہایت ایماندار شخصیت تھے۔ ہم عصر علماء رفقاء کی نظر میں قابل صد لائق احترام تھے۔ عظیم بزرگ اور عالم دین مولانا محمد اسماعیل سلفی مرکزی جامع مسجد چوک نیائیں میں جمعہ کا خطبہ دیتے تھے۔ اتفاق سے اگر انہیں کہیں جانا پڑتا تو خطبہ کے فرائض مرحوم حافظ محمد یوسف گکھڑوی کے سپرد کرتے تھے۔

فروری 1968ء میں جب مولانا محمد اسماعیل سلفی کی وفات ہوئی تو مولانا سلفی کی وصیت تھی کہ میرا جنازہ مولانا حافظ محمد یوسف گکھڑوی پڑھائیں۔ تاہم اتنی عظیم ہستی کا جنازہ پڑھانا مولانا گکھڑوی کے لئے کسی اعزاز سے کم نہ تھا جب کہ اس جنازہ میں سعودی عرب کے خاص وفد کے علاوہ ملک بھر کے دینی حلقوں کا ایک جم غفیر بھی موجود تھا۔

بعد ازاں آغا شورش کاشمیری جو کہ جنازہ میں بھی موجود تھے انہوں نے ہفتہ وار (چٹان) کے اداریہ میں اس جنازہ کی روداد رقم کی خاص طور پر جنازہ میں پائے جانے والی رقت آمیزی کا ذکر کیا۔

میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والد محترم کی غلطیوں کو درگزر کرے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے

ترتیب ☆ حافظ عطاء السلام عابد بن حافظ محمد یوسف گکھڑوی سکول بک ڈپو

غالباً 1960ء کی بات ہے میں اس وقت دارالحفاظ اہلحدیث گکھڑ میں زیر تعلیم تھا مغرب کی نماز جامع مسجد توحید گنج اہلحدیث میں ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوا تو دیکھتا ہوں کہ مسجد میں راہوالی کے دو اصحاب عبدالمجید اور عبدالحمید موجود ہیں۔ عبدالحمید کا تعلق کشمیری برادری سے تھا اور وہ مذہباً مرزا غلام احمد قادیانی کا امتی تھا جبکہ دوسرا شخص عبدالمجید مسلمان تھا اور تعلیمی قابلیت میں بھی قادیانی شخص سے برتر تھا۔ راہوالی سے تعلق کی بنا پر میں ان سے ملا تو پتہ چلا کہ وہ دونوں عصر کی نماز سے مسجد میں ہیں۔ ان دونوں میں کسی مسئلہ پر اختلاف ہے اور شدید تر ہے چنانچہ مسلمان شخص نے قادیانی شخص سے طے کیا کہ روز روز کی بحث درست نہیں۔ چلو گکھڑ چلتے ہیں اور وہاں حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہ انتہائی قابل اور تجربہ کار عالم دین ہیں۔ ان سے اپنے ہر مسئلے کی تسلی کر لینا چاہیے یہ مسئلہ ختم نبوت ہو حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام ہو یا صدق وکذب مرزا صاحب کا ہو۔ میرے اور آپ کے درمیان آج یہ فیصلہ ہو جائے۔ سچا دلیل کے ساتھ سچا ہو جائے اور جھوٹا دلائل کے ساتھ جھوٹا۔ تاکہ ہماری روز روز کی بحث ختم ہو جائے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت العلام حافظ محمد یوسف گکھڑوی حدیث شریف کا درس دیتے تھے۔ اس روز بھی ان کے سامنے میز پر مشکوٰۃ المصابیح پڑی تھی۔ درس کی گفتگو کے بعد حضرت حافظ صاحب نے انڈیا دور کا ایک واقعہ بیان فرمایا جو میں نے راہوالی سے آنے والے دونوں اشخاص (قادیانی عبدالحمید اور مسلمان عبدالمجید) اور درس میں موجود کافی لوگوں سے سنا۔ حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

''میں لاہور میں محترم شیخ محمد اشرف صاحب (جماعتی شخصیت' معروف بک سیلر) کی دکان پر ملازمت کرتا تھا۔ ساتھ کی دکان پر ایک نوجوان بھی ملازمت کرتا تھا۔ تعارف پر معلوم ہوا کہ وہ مرزائی ہے۔ اس نے مجھے ورغلانے کی پوری کوشش کی اور کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ میں نے ہر دفعہ اسے قرآن وحدیث کے ذریعے مسکت جواب دیئے مگر وہ باز نہ آیا۔ اب اس نے یہ اصرار کرنا شروع کیا کہ میں اس مرزائی نوجوان کے ساتھ صرف ایک دفعہ قادیان ضرور چلوں۔ خیر میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ جب بازار میں دو تین چھٹیاں اکٹھی آئینگی تو آپ کا قادیان بھی دیکھ لوں گا۔ اب اتفاق سے کچھ عرصے بعد چھٹیاں اکٹھی آ گئیں تو میں وعدہ کے

مطابق اس کے ساتھ قادیان چلا گیا۔ اب وہ مجھے اپنے قبرستان لے گیا۔ جسے وہ جنت کہتا تھا۔ قبرستان میں وہ خاص جگہ پر لیجانے لگا جہاں مرزا غلام احمد قادیانی دفن تھا۔ قبر کے پاس پہنچ کر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے جہنم کی آگ سے بچا۔ تجھے حقیقت کا علم ہے۔ اگر غلام احمد قادیانی جھوٹا ہے تو اپنی طرف سے کوئی نشانی ظاہر کرتا کہ تیرے بندے کی خوب تسلی ہو جائے۔ دعا مکمل ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبر سے آگ نکلی اور اس کے شعلے آسمان کو چھونے لگے۔ میں نے اس آگ سے بچنے کے لئے دوڑ لگا دی۔ مرزائی ساتھی نے دوڑ کر مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ حافظ صاحب! کیا بات ہے کیوں دوڑ کر جا رہے ہو۔ میں نے اسے کہا کہ دیکھو! قبر جل رہی ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی قبر سے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے تو کوئی آگ نظر نہیں آ رہی۔ چنانچہ میں نے دوبارہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ یا الٰہی! جو میں نے دیکھا ہے وہی حقیقت اس مرزائی پر بھی ظاہر کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مرزائی نوجوان کو بھی مرزا قادیانی کی قبر سے آگ کے بلند شعلے نکلتے دکھائی دیئے (حضرت حافظ صاحب نے اس نوجوان کا نام بھی بتایا تھا جواب میں بھول چکا ہوں)۔ اس مرزائی نوجوان نے اسی جگہ کھڑے کھڑے مرزائیت ترک کر دی اور اسلام کے حلقہ میں آ گیا اور اپنی بات اور اسلام پر تا حیات قائم رہا۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں جگہ دے۔!''

یہ تمام گفتگو میرے سامنے بیان ہوئی جسے راہوالی سے آئے ہوئے مرزائی شخص نے بھی غور سے سنا۔ اس شخص نے حافظ صاحب سے کہا کہ میں کوئی عالم نہیں۔ مجھے تحقیق کا موقع دیں۔ یہ کہا۔

اور دونوں شخص (عبدالحمید مرزائی' عبدالمجید مسلمان) مجلس سے اٹھے اور راہوالی کی طرف چل دیئے۔ جب وہ دونوں واپس چلے گئے۔ تو استاد محترم حضرت حافظ محمد یوسف صاحب نے فرمایا۔

کہ یہ شخص دلیل کا جواب نہیں دے سکا اور نہ ہی اس حلفی واقعہ نے اس پر کوئی اثر کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے یہ آدمی تحقیق میں مخلص نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہدایت دینے پر قادر ہے۔ وہ ہدایت دیدے تو کوئی بڑی بات بھی نہیں۔ شواہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادمی مرزائیت پر ہی مرے گا۔''

راقم بھی راہوالی میں رہتا ہے اور وہ مرزائی (عبدالحمید) بھی راہوالی میں رہنے والا تھا۔ اس کا خاتمہ بھی مرزائیت پر ہی ہوا۔